اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سے قطع نظر کہ بشپ آف فیصل آباد جان جوزف نے خودکشی کی یا انہیں قتل کیا گیا، اس افسوس ناک سانحے سے وطنِ عزیز کے اُن افراد نے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے جو مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی اساس سے اتفاق نہیں رکھتے۔ اُنہوں نے نہ صرف دفعات ۲۹۵-ب اور ۲۹۵-ج کے خلاف ہی اپنے دل کی بھڑاس نہیں نکالی، بلکہ جداگانہ طریق انتخاب، دستورِ پاکستان کی اسلامی دفعات اور اسلام کی بعض اقدار اور احکام کو بھی نشانہ تنقید بنایا ہے، تاہم یہ امر خوش آئند ہے کہ

۱۔ وفاقی حکومت کے ذمہ داروں نے ۲۹۵-ب اور ۲۹۵-ج کے حوالے سے کسی لچک کا مظاہرہ نہیں کیا، اور ذرائع ابلاغ کی ہر سطح پر یہ بات واضح کی کہ یہ دفعات کسی خاص مذہب یا طبقے کے خلاف نہیں۔

۲۔ عامتہ الناس نے پاکستان دشمن عناصر کی یہ سازش ناکام بنادی کہ وطن عزیز میں مسیحی- مسلم فسادات شروع ہو جائیں، اور

۳۔ بعض مسیحی رہنماؤں نے اپنے متشدد مذہبی رہنماؤں کے برعکس دفعات ۲۹۵-ب اور ۲۹۵-ج پر مسلم نقطہ نظر کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ ''توہین رسالت کا قانون نافذ کرنا اور اس کی پاسداری مسلمان حکومت کی ذمہ داری اور فریضہ ہے، ''البتہ'' اس قانون کے غلط استعمال کو روکنے کا مطالبہ کرنا عیسائی طبقہ یا کسی بھی متاثرہ فریق کا بنیادی حق ہے۔''

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی سازش کی غلط بیانی سے کس طرح بچا جائے؟ ماضی میں ایک رویہ بشپ جان جوزف اور اُن کے ساتھیوں کا تھا جنہوں نے بیرون ملک، بالخصوص ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ایسے گروہوں سے روابط پیدا کرنے سے بھی اجتناب نہ کیا جو اسلام مخالف عزائم کے تحت بعض مسلمان ممالک کے خلاف پابندیوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بشپ جان جوزف نے ہڈسن انسٹی ٹیوٹ کے مائیکل ہوروٹز سے رابطہ قائم کر رکھا تھا جن کے صیہونی ہونے کی عام شہرت ہے۔ مائیکل ہوروٹز ''مذہبی بنیاد پر مظالم سے آزادی کے قانون'' (Freedom from Religious Persecu-tion) کا پروجیکٹ ڈائریکٹر تھا۔ امریکی کانگرس میں اس مسودہ قانون کے پیش کرنے والے فرینک

وولف کا تو کہنا یہ تھا کہ اِس ایکٹ کے ذریعے دُنیابھر میں مذہبی بنیاد پر ہونے والے مظالم روکے جا سکیں گے، مگر ہوروونز کا کہنا تھا کہ اِس مسودہ قانون کے منظور ہو جانے کے بعد پاکستان، ایران، سوڈان اور انڈونیشیا نشانہ بنیں گے۔

بشپ جان جوزف کا خیال تھا کہ بیرونی ممالک، اور بالخصوص ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی جانب سے سرکاری سطح پر پابندیاں لگ جانے یا عوامی سطح پر احتجاج کے نتیجے میں مملکت خداداد پاکستان کے ذمہ دار گھٹنے ٹیک دیں گے۔ وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ بشپ جان جوزف کی یہ سوچ اور اُن کا جارحانہ طرزِ عمل مفید ثابت نہیں ہوا۔

دوسرا رویہ یہ ہے کہ مسیحی برادری کے مذہبی رہنما مسلم علماء اور دینی تنظیموں سے بہتر روابط پیدا کریں، غلط فہمیاں دور کریں اور ایک دوسرے کے قریب آئیں۔ سیکولر اور لبرل مسلمان طبقے سے اُن کے پہلے سے روابط ہیں، اگرچہ یہ طبقہ عوامی سطح پر مسیحی برادری کے مفادات کے تحفظ میں اُن کی کوئی خاص مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ حقیقت میں علماء اور اُن کے زیرِ اثر دینی تنظیمیں ہی وہ ادارے ہیں جو دفعات ۲۹۵-ب اور ۲۹۵-ج کے تحفظ کے ساتھ کسی بے گناہ کے خلاف اقدام کے شدید مخالف ہیں۔

مسیحی رہنماؤں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وطنِ عزیز کی نظریاتی اساس کو تسلیم کرتے ہوئے مسلم۔مسیحی تعلقات کو فروغ دیں اور اپنے عمل سے ثابت کر دیں کہ اسلام مخالف قوتیں اُنہیں کبھی استعمال نہ کر سکیں گی۔